۴۸۵
A۳۸
بحث بارا
۴۸۶
A۳۹
فتوی ترک موالات پر محققانہ نظر
کتب خانہ وقف منصبیہ شہر میرٹھ

وباب الطعن من ان اللہ عالم بما یکونوا یختلفون

رسالہ

بحثِ بدا

مؤلفہ و مرتبہ

متکلم و مناظرِ لاثانی منشی سیّد سجّاد حسین صاحب مصنّف

جامِ جہاں نما۔ شرح کنز مکتوم فی عقدِ امِ کلثوم۔ مشعلِ ہدایت۔
تقریرِ دلپذیر۔ سُرمۂ خاموشی۔ عطرِ ایمان۔ الہادی۔ الآیات۔ صراطِ مستقیم
تصویرِ غالب و مغلوب وغیرہ

سنہ ۱۹۱۲ء

در مطبع مقبول پریس دہلی حلیۂ طبع پوشید

منشی سید ظفریاب علی جوہر پرنٹر اینڈ پبلشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پس از حمد الٰہی و نعتِ رسالت پناہی حقیر سجاد حسین غفر اللہ ذنوبہ ابن سید محمد حسین مرحوم و مغفور متوطن بہڑہ سادات ضلع مظفر نگر عرض کرتا ہے کہ اکثر حضراتِ اہلسنت جہلا کو دھوکا دیتے رہتے ہیں کہ شیعہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا کو بداء ہوتا ہے جس سے لازم طور پر سمجھا گیا کہ عند الامامیہ خدا ناعاقبت اندیش و جاہل ہے۔ جو کام کرتا ہے اُس میں عواقبِ امور پر نظر نہیں ہوتی۔ نافہمی سے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ اہلسنت شیعہ کے پاک و مقدس اصول پر تو بعنایتِ الٰہی آج تک کوئی ایراد کر نہ سکے۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد صاحب متوطن انبیہٹہ ضلع سہارنپور مطرقۃ الکرامۃ میں رقمطراز ہیں کہ ہمارے علمائے قدیم سے آج تک اصولِ شیعہ کے ابطال میں کوئی نمایاں اور قابلِ قدر خدمت ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ البتہ ہم بقوتِ الہام اب اُنکے بطلانِ اصول میں قلم اُٹھاتے ہیں۔ چونکہ بنظرِ مردم فریبی اہلسنت مدام در پے تحقیر مذہب شیعہ رہتے ہیں لہذا اکثر ایسی باتیں بمجمع جہلا میں بیٹھکر بیان کرتے رہتے ہیں کہ جنکا سر پیر نادارد۔ محض غلط۔ فریب۔ دھوکا۔ مثلاً وہ چند باتیں عرض کرتا ہوں جو کہ ہر عالم و جاہلِ اہلسنت اپنے ہم مذہب لوگوں کو تعلیم کرتا ہے۔

(۱) یہ کہ شیعہ مس میت کرکے غسل کرتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکا مُردہ سگ و خوک سے بھی زیادہ نجس ہے۔ کیونکہ اُنکے بدن پر ہاتھ لگانے سے غسل واجب نہیں ہوتا اور شیعہ مرتے ہی ایسے ناپاک ہوجاتے ہیں کہ جس نے اُنکا مردہ چھوا۔ بلا نہائے پاک نہ ہوا۔

(۲) یہ کہ مردہ کی دبر (پاخانہ کے مقام) میں آہنی گز ڈالکر نجاستِ اندرونی صاف کرکے وہ گندہ پانی شیشوں میں بھر لیتے ہیں۔ اور اموات کے لیے جو فاتحہ کا کھانا پکایا جاتا ہے تبرکاً اُسپر چھڑک دیتے ہیں۔

(۳) یہ کہ عید غدیر کے دن ماں۔ بہن۔ بیٹی وغیرہ سے وطی باعثِ خیر و برکت سمجھتے ہیں

(۴) یہ کہ متعہ کے حیلے سے کھلم کھلا زنا کرتے ہیں۔

(۵) یہ کہ تقیہ کی آڑ لیکر پیٹ بھر کے جھوٹ بولتے ہیں۔

(۶) یہ کہ مجلس عزا میں حلوے پر تبرا پھونک کر سُنیوں کو کھلاتے ہیں۔

(۷) یہ کہ اہلسنت کو نقصانِ جانی و مالی پہنچانا فرض مذہب جانتے ہیں۔

(۸) تمام اصحابِ رسولؐ کے دشمن ہیں۔ سب کو بُرا کہتے ہیں۔

(۹) بدا کو ذاتِ خدا سے چسپاں کرکے اُسکے جہل و بیدانشی کا اعتقاد رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ

اِن تمام باتوں کے غلط بیان کرنے یا ناواجب تعبیرات سے اُن لوگوں کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ سُنی شیعہ مذہب کو طرح طرح کی بُرائیوں سے آلودہ سمجھکر کبھی اُنکو بہ نگاہِ رغبت نہ دیکھیں۔ بلکہ مجوسِ امت جانکر ہمیشہ الگ تھلگ رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے سنیہ نے ہدایت کردی ہے کہ کبھی کوئی ایسی کتاب نہ دیکھو جس میں مذہبی قضایا ہوں۔ حضرات جانتے ہیں کہ جب کتابیں دیکھنا شروع کرینگے اپنے مذہب سے متنفر ہوکر شیعوں سے دست بیع ہوجائینگے۔ اعتراضات و افترآت متذکرۂ صدر کا جواب مختلف رسائل میں موجود ہے۔ یہ موقع اُسکے بیان کا نہیں ہے۔ یہاں صرف مسئلۂ بدا پر گفتگو کرنی منظور ہے۔ اوّل اوّل شاہ صاحب نے یہ اعتراض تحفہ میں تحریر فرماکر معقول جواب پالیا ہے۔ زاں بعد مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی نے

منتہی الکلام میں اِس مسئلہ کو پیش کیا۔ کتاب مستطاب استقصار الافحام میں نہایت شرح و بسط سے جواب دیا گیا۔ مگر چونکہ اہلسنت کی عادت ہے کہ شیعہ کے جوابوں کا جواب الجواب لکھنے میں قصور بہت کرتے ہیں۔ نظر برآں جو شخص مناظر بنکر قلم بدست ہوتا ہے اُسی پامال ورد شدہ مضمون کو دُہرائے تہرائے جاتا ہے جسکو شاہ صاحب وغیرہ لکھکر جواب مُسکت پاچکے ہیں۔ ہمبریں بنا، درینولا مؤلف مطرقہ نے جنکا ذکر اوپر آچکا ہی پُرزور لفظوں میں ذکرِ بداء کیا ہے۔ صاحب ممدوح نے اصل بحث درباب امامت کی ہے جسکا تعلق اصول سے ہے۔ حقیر نے اعجازِ داؤدی سے اُسکا پورا پورا رد لکھکر مطبع یوسفی دہلی میں طبع کرا دیا ہے مسئلہ بداکا تعلق چونکہ اصول سے نہ تھا میں نے اپنی مؤلفہ کتاب متذکرۂ بالا میں کچھ جواب نہ دیا تھا۔ صرف یہ لکھدیا تھا کہ بداکی بحث اِس جگہ بے محل ہے۔ اگر کچھ لکھا جائے تو طوالت ہوگی۔ دوسرا خاص رسالہ اِس بحث میں مفصل لکھا جائیگا۔ اب بمدد خدا یتعالے ایفائے وعدہ پیش نظر کرکے جواب لکھتا ہوں۔ اِن اوراق کا نام بحثِ بداء معروف بہ ضمیمہ اعجازِ داؤدی رکھا گیا ہے۔ خدائے پاک کی ذات سے امید ہے کہ طبائع معترضین سے یہ خلش بیجا دفع ہوجائیگی وما توفیقی الّا باللہ۔

آغازِ رسالہ بحثِ بداء

واضح رائے اربابِ ہوش ہو کہ بداء کے معنی (نئی بات کا پیدا ہونا) اہلِ لغت نے بیان کیے ہیں۔ چنانچہ جوہری نے لغوی معنی یہ لکھے ہیں (اُس رائے کا ظاہر و پیدا ہونا جو کہ پہلے نہ تھی) شیعہ خدا اور نوع انسان دونو سے اُس کے وقوع کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن دونو کے بداء کو ایک طرح کا نہیں جانتے۔ بلکہ ایسا بیّن فرق کرتے ہیں جس کے ماننے میں کسی ملت کے بے تعصب کو عذر نہوگا۔ خدا کی نسبت جس بداء کے قائل ہیں اُسکی تعریف یہ ہے (بہ اعتبارِ مصالح اوقات پہلے حکم کو بدل دینا اور بروقتِ حکم اوّل عالم ہونا کہ دوسرے وقت اِسکے مغائر حکم دیا جائیگا)۔

خدا کی نسبت یہ معنی مجازاً استعمال کیے جاتے ہیں۔ لغوی معنی جو کہ جوہری نے لکھے ہیں اُن کا اطلاق ذاتِ خداوندی پر حرام جانتے ہیں جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا۔ آدمیوں سے جس بداء کو تجویز کیا گیا ہے اُسکی تعریف یہ ہے (وقوعِ خطا و ظہورِ ندامت یا بلاان وجوہ کے ایک امر کو دوسرے امر سے بدل دینا) شیعہ اُس شخص کو جو کہ ذاتِ باری سے ایسے بداء کا جسکا تعلق بنی آدم سے ہے واقع ہونا اعتقاد کرے کافرِ مطلق جانتے ہیں۔ ہر شخص سے اُسی کے اعتقاد پر دار و گیر کیجاتی ہے۔ معتقداتِ شیعہ اور ضروریاتِ مذہب امامیہ کو دیکھنا چاہیے کہ وہ خدا کو ازازل تا ابد عالمِ کلیات و جزئیات جانتے ہیں اور اُسکے علم کو عین ذات اعتقاد کرتے ہیں یا نہیں۔ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کان اللہ ولا شئ غیرہ ولم یزل عالما بما یکون فعلمہ بہ قبل کونہ کعلمہ بعد کونہ (یعنی خدا اُسوقت تھا جبکہ سوائے اُسکے اور کوئی چیز نہ تھی۔ اور جو چیز کہ آئندہ پیدا ہونیوالی تھی اُسکو ایسا ہی جانتا تھا کہ جیسا بعد اُسکے پیدا ہونیکے جانتا ہے) کتابِ کافی میں حضرتِ صادق علیہ السلام سے روایت ہے مابدا للہ فی شئ الا کان من علمہ قبل ان یبدا للہ بہ (یعنی نہیں بدا واقع ہوا خدا کو اُس چیز میں کہ پہلے سے اُسکے علم میں نہ تھی) مطلب یہ کہ بوجہ قدامتِ علم اوّل سے آگاہ تھا۔ اُسی کتاب میں دوسرے موقع پر ارشاد ہوا ہے ان اللہ لم یبد اللہ من جھل (خدا کو ازروے جہل بدا واقع نہیں ہوتا) پھر کافی میں منصور بن حازم سے روایت ہے کہ جناب امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا ھل یکون الیوم شئ لم یکن فی علم اللہ قال لا من قال ھذا اخزاہ اللہ قلت ارایت ما کان وھو کائن الی یوم القیمۃ الیس فی علم اللہ قال بلی قبل ان یخلق الخلق (آج ایسی کوئی چیز ہے جو قبل ازیں علمِ خدا میں نہ تھی؟ امام نے فرمایا نہیں۔ جو ایسا کہے خدا اُسکو رسوا کریگا راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی آپ خبر دیجیے مجھ کو اُس چیز سے جو کہ ہو چکی اور ہونیوالی ہے قیامت تک اور کیا علم خدا اُسپر محیط نہیں ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ہاں خدا علم رکھتا تھا قبل اسکے کہ اُسکو پیدا کرے) مولوی محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند

نے بھی ہدیۃ الشیعہ میں اِس روایت کافی کو لکھا ہے۔ شیخ ابوجعفر کتاب غیبت میں جناب امام رضا علیہ السلام کا ارشادِ ہدایت بنیاد بہ ایں عنوان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ خدا کا علم قدیم نہیں ہے بلکہ بعد حادث ہونے کسی چیز کے اُسکو علم ہوتا ہے وہ کافر ہے۔ اسی کی تائید میں جناب امام حسن عسکری علیہ السلام کا کلام ہدایت نظام بہ ایں الفاظ نقل فرمایا ہے تعالی اللّٰہ الجبار العالم بالاشیاء قبل کونہا (یعنی خدائے برتر و جبار ہر چیز کا علم رکھتا ہے قبل اُسکے پیدا ہونیکے)۔

عالِم موصوف الصدر نے یہ بھی ارقام فرمایا ہے کہ کثرت سے ہمارے مذہب کی روایات اِس بات کی ثابت کرنیوالی ہیں کہ خدا عالم ہوتا ہے قبل از وجودِ اشیاء۔ شیخ صدوق کتابِ التوحید میں لکھتے ہیں کہ بدائسے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ خدا نادم و پشیمان ہو کر پہلی رائے سے عدول کرتا ہے بلکہ اُس سے یہ مطلب ہے کہ جس فعل کو اوّل کیا اُسوقت عالم تھا کہ دوسرے وقت اِسکو تغیر دیا جائیگا یہی مذہب مولانا طبرسی اور ابوالفتح کراجکی کا ہے۔ جملہ شواہد متذکرۂ بالا اُن خیالات کو بالکل قطع کرنیوالے ہیں۔ جو کہ علمائے اہلسنّت اور بالخصوص صاحب مطرقۃ الکرامہ نے دربابِ بداؔ زبردستی بہ جوش تعصب شیعہ سے لاحق کیے ہیں۔ ہرگاہ شیعہ خدا کے علم کو ازلی جانکر ذاتِ اقدسِ الٰہی کو عالم کلیات و جزئیات جانتے ہیں اور ہر چیز کے قبل و بعد سے آگاہ سمجھ کر جہلِ خدا کے معتقد کو کافر کہتے ہیں اور بدائکے ذاتِ خدا پر وہی معنی چسپاں کرتے ہیں جو منافی شانِ خداوندی نہیں ہیں تو اہلسنّت کی سخت ناانصافی بلکہ افترا پردازی ہے کہ شیعوں کو اُس عقیدہ کا پابند بتلاتے ہیں جسکو وہ حرام جانتے ہیں۔ جس بداء کو شیعہ حسب صراحتِ صدر شایانِ شانِ خداوندی سمجھتے ہیں اُس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ جو شخص ایسے بدا سے انکار کرے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ لفظِ بداء ایجاد کردۂ شیعہ نہیں ہے۔ بلکہ قرآنِ پاک میں مختلف مواقع پر یہ لفظ وارد ہوا ہے۔ بعض مقاماتِ قرآنی مثالاً پیش کرتا ہوں جن میں یہ لفظ وارد ہوا ہے۔

آیت	مابین رکوع	سورہ	پارہ
بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ بلکہ اب جو کچھ وہ پہلے چھپایا کرتے تھے اُن پر ظاہر ہو گیا	۲ و ۳	انعام	۷
ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ الخ بعد ان نشانیوں کے دیکھ لینے کے بھی انکو یہی مناسب معلوم ہوا کہ کچھ عرصہ کے لیے یوسفؑ کو قید کر دیں۔	۳ و ۴	یوسف	۱۲
وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ ظاہر ہوا جسکا انکو گمان تک نتھا	۴ و ۵	زمر	۲۴
وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوا اور اُنکی کرتوت کی بُرائی اُن پر کھل گئی	۳ و ۴	جاثیہ	۲۵
وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اور ہمارے اور تمہارے درمیان بغض و عداوت ظاہر ہو گئی	۱	ممتحنہ	۲۸

پارہ ۲۴- رکوع ۵ کی جو آیت نقل ہوئی ہے اُسکے معنی یہ ہیں "ظاہر ہوئی اُنپر وہ چیز منجانب خدا جسکا وہ گمان نہ رکھتے تھے"۔

لمؤلف یہی مقصود بدا سے ہے کہ ع آنچہ در وہمت نیاید آں کند؛ نہ یہ کہ پہلے وہ چیز علمِ خدا میں نہ تھی اور اب ظاہر ہوئی۔ لفظِ بدا ہم معنی ظَھَرَ ہے۔ اِسکے نظائر قرآنِ پاک میں اور بھی موجود ہیں پارہ ۱۳ رکوع ۱۵ میں ہے وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعًا الیٰ آیۃ (یعنی ظاہر ہونگے خدا پر تمام مُردے قبور سے اُٹھکر) اِس جگہ حسبِ مقتضائے مقام لفظ بَرَزُوا جسکے معنی ظاہر ہوئے ہیں بمعنی حاضر استعمال ہوا ہے پارہ ۱۳ رکوع ۱۹ میں ہے وَبَرَزُوا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ اس جگہ علمِ جدید مراد نہ ہوگا۔ جیسا بعض جہلا نے خیال کیا ہے۔ ابتدائے اسلام میں جبکہ مسلمانوں کی جماعت کم تھی حکمِ ایزدی یہ تھا کہ ایک مسلم دس کافروں کے مقابلہ کو میدانِ جنگ میں جایا کرے۔ مگر

جب جماعت کو ترقی ہوئی تو حکم ہوا کہ دو کافروں کا مقابلہ ایک مسلمان کیا کرے۔ چنانچہ پارہ ۱۰
رکوع ۵ میں اسکے متعلق فرماتا ہے اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا
(یعنی خدا نے اب جانا کہ تم میں ضعف ہے لہذا تخفیف فرمادی) نیز سورہ محمد میں ارشاد
ہوا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ (یعنی اے مسلمانو!
ہم تمہارا امتحان لینگے تاکہ ہم تم میں سے جان لیں مجاہدین اور صابرین کو) دوسری
آیت اسی کے ہم معنی سورہ عنکبوت میں ہے وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ (اور تاکہ خدا جان لے کہ کون ایماندار ہے اور کس پر نفاق کے سیاہ
بادل امڈے ہوئے ہیں) سورہ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ
تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ الخ (ابھی ہمنے یہ نہیں جانچا کہ تم میں کون جہاد کرنیوالا ہے اور کون
میدان چھوڑنیوالا ہے۔ مگر تم لوگوں نے ابھی سے جنت میں جانیکے لیے کمریں کس لیں)
کیا حضرات اہلسنت آیات موصوفۂ بالا کے ظاہری الفاظ پر نظر فرما کر یہی کہینگے کہ خدا
ان تمام تر باتوں سے اوّل واقف نہ تھا بعد میں اُسکو علم ہوا۔ پارہ ۹ رکوع ۷
میں ہے وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ
لَيْلَةً (یعنی وعدہ کیا ہمنے موسٰے سے تیس شب کا اور تمام کیا اُسکو دس راتوں میں۔
پھر کامل ہوگئی اُسکے پروردگار کی میعاد چالیس شبوں میں) اوّل وعدہ تیس رات کا
ہوا تھا۔ اور اُسکو چالیس میں تمام کیا۔ دس راتیں جو اضافہ ہوئیں اِسکو موسٰے نہ جانتے
تھے۔ اور علم خدا میں داخل تھیں۔ یہی بدا ہے۔ اہلسنت مختار ہیں۔ ان باتوں کو جہالت
سمجھیں یا مصلحت حضرت عزت خیال فرمائیں۔ حدیقۂ سلطانیہ میں ہمارے مجتہد
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں (باید دانست کہ آیات و اخبار بسیار دلالت می کند براینکہ
خدا تعالے دو لوح خلق نمودہ و در آں جمیع کائنات و حوادث را ثبت نمودہ یکے
ازآں مسمے بہ لوح محفوظ است کہ آنچہ در آں بحکم حضرت باری جلت قدرتہ نوشتہ
می شود تغیر درآں اصلا واقع نمی شود وآں مطابق علم الٰہی است۔ دوئیم مسمے بہ
بہ لوح محو و اثبات کہ درآن بہ حسب مصالح و حکم بہ امر الٰہی چیزہا ثبت نمودہ می شود

و چیزہا از و محو ساختہ می شود کما قال اللہ عزوجل یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ مثلاً اوّل در آن می نویسند کہ عمر زید پنجاہ سال است یعنی مقتضائے حکمت آنست کہ عمر او اینقدر باشد تا وقتیکہ بسبب زیادتی و نقصان از و بہ عمل نیاید پس وقتیکہ عمل خیر مثل صلۂ رحم یا صلۂ عترتِ اطہار و ذریتِ اخیار رسولِ مختار یا تصدق بر مساکین مومنین ابرار بجا آورد عمر پنجاہ سالگی محو می شود و بجائے آن عمر شصت سالہ نوشتہ می شود و ہرگاہ قطع رحم یا ترکِ صلۂ سادات و مومنین بظہور می رسد بجائے پنجاہ چہل سال نوشتہ می شود و دہ سال از عمرش می کاہد و در لوح محفوظ از اوّل نوشتہ می شود کہ زید صلۂ رحم بجا خواہد آورد و عمرش بہ ایں سبب کم و بیش خواہد شد کہ قطعِ رحم یا صلۂ رحم بعمل خواہد آورد) سوائے ازیں بحار الانوار میں بھی آخوند مجلسی اعلی اللہ مقامہ نے یہی لکھا ہے۔ کوئی باانصاف سُنّی عباراتِ صدر کو دیکھکر ہرگز شیعہ کے پاک و صاف عقیدہ پر ایراد کرنیکا مجاز نہوگا۔ لیکن جنکا شعار حق پوشی و ناحق کوشی ہے وہ یہی کہے جاینگے کہ شیعہ جہلِ خدا کے قائل ہیں۔ علامۂ جلال الدین سیوطی تفسیر دُرِّ منثور میں لکھتے ہیں کہ آیۂ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ کی نسبت حضرت ابن عباس رض روایت کرتے ہیں قال ینزل اللہ فی کل شہر رمضان الی سماء الدنیا فید برامر السنۃ فی لیلۃ القدر فیمحوا اللہ ما یشاء ویثبت الشقاوۃ والسعادۃ والحیوۃ والممات حاصلِ مطلب یہ ہوا کہ حکمِ خدا نازل ہوتا ہے ہر ماہِ رمضان میں آسمانِ دنیا کی طرف پس اُس سال کے لیے تدبیر کرتا ہے شبِ قدر میں جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت کرتا ہے سعادت و شقاوت و زندگی و موت کو۔ مفسرِ موصوف نے ابن جریر و ابن مردویہ سے بروایت کلبی اُسی موقعہ پر یہ بھی لکھا ہے کہ خدا ثواب روزہ میں زیادتی و کمی کرتا ہے۔ اِسی طرح حیات و ممات میں کاٹ چھانٹ ہو جاتی ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے کتاب لُباب میں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ سے پوچھا کہ آیۂ یَمْحُوا اللّٰہُ کی تفسیر کیا ہے قال لا قرن عینک بتفسیرھا واقرن عین امتی بتفسیرھا الصدقۃ علی وجہھا وبرالوالدین و

اصطناع المعروف یحول الشقاوۃ سعادۃً و یزید فی العمر (حضرت نے فرمایا اے علیؑ تیری اور اپنی امت کی آنکھیں اُسکی تفسیر سے ٹھنڈی کروں سُنو! باشرائط صدقہ دینا اور والدین کے حقوق کو بجالانا اور مطلق نیکی کرنا شقاوت کو سعادت سے بدل دیتا ہے۔ اور عمر کی کوتاہی کو درجۂ ازدیادی پر پہنچاتا ہے) یہی بدا ہے اور اِسی کے اعتقاد سے شیعہ مجرم قرار دیے گئے ہیں۔ افسوس ہے کہ علمائے اہلسنت بھی اِسی مرض میں گرفتار ہیں۔ دیدہ باید اپنے علماء کی نسبت کیا فتوے دینگے۔ ہمارے علمائے کرام سے شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ کتاب غیبت میں دربابِ بحثِ بدا جو تحریر فرماتے ہیں اُسکا خلاصہ اور لُبِّ لُباب یہ ہے کہ دعاؤ صدقہ و صلۂ رحم وغیرہا بعض اوقات طولِ حیات و دفع بلیّات کا سبب ہوجاتے ہیں۔ اور ظلم و تطاول و غارتگری و قطع ارحام اکثر اُسکے برعکس اثر پیدا کرتے ہیں۔ الحمدللہ حسب تصریحاتِ بالا قرآن و احادیث و عقائدِ شیعہ سے بھی وہ بات ثابت ہوئی جو کہ عقلاً صحیح ہے۔ اگر محو و اثبات بدستِ خدا نہ رہے تو حسبِ مذہب یہود ید اللہ مغلولۃ (خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں) معاذاللہ جناب باری کا بیکار و معطل ہونا لازم آجائے۔ سُنّی صاحب فرماتے ہیں کہ خدا کو جو کچھ کرنا تھا کر چکا۔ اب کچھ ترمیم و تنسیخ نہیں کرسکتا۔ اسی جہت سے وہ بدا کے منکر ہیں۔ اور اُسکے معتقدین کو نفرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ وہ ہردم و ہر لحظہ تغیرِ احکام پر قادر ہے اور کرتا رہتا ہے۔ جو کرچکا وہ سمجھ کر کیا اور جو کریگا وہ اُس کے علمِ نامتناہی میں داخل ہے۔ اُسکی قدرت نہ کبھی معطّل ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ مندرجۂ قرآن اِسکے لیے قطعی برہان ہے۔

سب سے زیادہ افسوس حضراتِ معترضین کی کوتہ نظری پر ہے۔ اپنی کتابوں کو بغور نہیں دیکھتے۔ بخاری شریف میں لکھا ہے بدا اللہ ان یبتلیھم (یعنی بدا ہوا خدا کو کہ اُنکو آزمائے) اکثر کتبِ اہلسنت میں اس قسم کی روایات وارد ہوئی ہیں کہ بعض اوقات خیرات و مبرّات و صدقات و ردّ مظالم سے آئی ہوئی بلا بحکم خدا رد کی گئی ہے۔

کتاب الاکتفاء و تفسیر درِ منثور میں کعب سے مروی ہے کہ عہدِ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ کو اُسوقت کے نبیؑ نے آگاہ کیا کہ جو کچھ نصیحت و وصیّت کرنی ہے اُسکو پورا کرلے کیونکہ بعد تین روز کے مرگ تجھ سے ملحق ہونیوالی ہے۔ اُس بادشاہ نے درگاہِ رحیم و کریم میں تضرّع وزاری کی اور محتاجین وغربا کے ساتھ دست افشانی فرمائی۔ لہذا خدا نے اُس حکم کو بدلدیا۔ کنز العمال۔ مختصر تاریخ بغداد۔ کنز الدرایۃ و بستان المحدثین شاہ صاحب دہلوی میں لکھا ہے کہ زمانہ بنی اسرائیل میں دو بھائی سلطانِ وقت تھے۔ ایک اُن میں سے عادل تھا اور دوسرا ظالم۔ بواسطۂ نبیؑ زمانہ نیک کردار بادشاہ کو اطلاع ہوئی کہ وہ تین برس دنیا میں رہیگا۔ اور بدکردار کو یہ مژدہ ملا کہ وہ تیس سال تک فرمانروا رہیگا۔ دادگستر بادشاہ کی رعایا کو یہ سُنکر صدمۂ عظیم ہوا کہ ایسا باانصاف بادشاہ سلطنت چھوڑنیوالا ہے۔ ایسا ہی رنج ظالم بادشاہ کی رعایا کو ہوا کہ مدّتِ کثیر تک قہرِ خدا میں گرفتار رہینگے۔ دونو قسم کی رعایا نے اپنے اپنے مقاصد کو گریہ و زاری و خیرات وغیرہ سے بدرگاہِ خدا پیش کیا۔ برعکسِ حکمِ اوّل یہ ہوا کہ ظالم تین سال اور عادل تیس برس زندہ رہا۔ کتابِ حیوۃ الحیوان اور تاریخ ابن النجار میں بروایتِ ابوہریرہ نقل ہوا کہ جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ زمانۂ سابق میں ایک شخص کسی طائر کے بچے آشیانہ سے نکالکر لیجایا کرتا تھا۔ طائر نے پیشِ خدا فریاد کی اور اُس بیرحم کی مدافعت کا مستدعی ہوا۔ خدا نے وحی کی کہ اگر یہ شخص اپنی حرکت سے باز نہ آیا تو میں اسکو ہلاک کردونگا۔ مگر بااینہمہ تنبیہ وہ ظالم اپنی بدکرداری سے دست کش نہوا۔ جبکہ حسبِ وعدۂ خداوندی اُسکی ہلاکت معرضِ وقوع میں نہ آئی تو لوگوں کو تعجب ہوا کہ کیوں اُسپر بلا نازل نہ ہوئی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ صدقہ نے عذابِ خداوندی کو روکدیا۔ علےٰ ہذا جنابِ عیسےٰ علیہ السلام نے بہ تعلیم حضرتِ جبرئیلؑ ایک عورت کے باب میں ارشاد فرمایا کہ عینِ شبِ عروسی میں مرجائیگی۔ مگر تصدّق کردینے سے خدا نے اُس کی جان بچالی۔ تمام اہلِ اسلام بلکہ دیگر اقوام کا بھی یہ مسلّمہ مسئلہ ہے کہ رحم و کرم و خیرات و صدقات سے بلیّات کا دفعیہ ہوجاتا ہے۔

چنانچہ زبان زدِ عام ہے "صدقہ دیا رد بلا"۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کو متواتر تین روز تک بذریعۂ رویائے صادقہ حکم ہوا کہ اسمٰعیل علیہ السلام کو ہماری راہ میں قربانی کرو۔ جبکہ وہ حضرت اپنے صاحبزادہ کو میدانِ منےٰ میں لیگئے اور چھری نکالکر آمادۂ ذبح ہوئے۔ آسمان سے ایک دُنبہ آگیا۔ صاحبانِ دانش اِن تغیرات پر نظر فرماکر نتیجہ برآمد کریں کہ اگر یہ بدا نہ تھا تو پھر اور کیا تجویز کیا جائیگا۔ تاریخ دنیا کو دیکھیے۔ طبقۂ عالم میں ابتداءً قومِ جنات حکمران تھی۔ زاں بعد مصلحتِ الٰہی جنابِ آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے پر مقتضی ہوئی۔ قابضانِ سابق کو صفحۂ عالم سے مٹا دیا اور اولادِ آدم کو اُنکا جانشین بنا دیا۔ ایک قوم کا دوسری قوم سے تبادلہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ توریت ایسی محکم و حاویِ مطالب کتاب کو منسوخ فرماکر قرآنِ پاک نازل فرمایا۔ صحفِ ابراہیمؑ و موسےٰ کو یکقلم اُڑا دیا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیؐ پیدا کرکے ہر ایک کے حکم میں کچھ نہ کچھ اثرِ اختلاف دکھلایا۔ انھی باتوں کو بدا کہا جاتا ہے۔ اَب میدانِ اِسلام میں آئیے اور یہاں کی سیر کیجیے۔ نبیؐ کو حکم ہوا کہ تنگ و تاریک گڑھے میں جاکر چھپو۔ ایسے پوشیدہ ہو کہ سانس تک نہ لو۔ دوسرے وقت حکم ہوا کہ علانیہ لوگوں میں بیٹھکر وعظ و پند کرو۔ ایک دفعہ ارشاد ہوا کہ اے حبیب کفار سے کہدو کہ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ (میرا دین میرے لیے اور تمہارا تمہارے واسطے ہے) تم نہ مجھ سے معترض ہو نہ میں تم سے دست بچہ ہوں۔ کچھ دنوں بعد حکم ہوا کہ تلوار کا ڈر اٹھولکر اُن سے جہادِ شدید و غلیظ کرو۔ ایک مرتبہ حکم ہوا کہ مقاتلہ کے لیے حدیبیہ میں جاؤ۔ دوسری مرتبہ یہ فرمان نازل ہوا کہ نیچی گردن کرکے صلح کرلو۔ کفار جو جو کچھ کہتے جائیں اُسے تسلیم کرو۔ تمہاری شرائط سے جس جس کو وہ نامنظور کریں اُسپر اصرار نہ کرو۔ بخیالِ اہلسنّت ایسے بودے پن سے دبکر صلحنامہ لکھا گیا کہ بالآخر حضرت عمرؓ سے ضبط نہو سکا۔ اور نفسِ نبوّت سے مشکوک ہو گئے۔ اِن حرکاتِ متضادہ کی نسبت ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اِن میں کوئی حکم متضمن بہ جہل و بیدانشی نہ تھا۔ اوّل حکم جو اپنے نبیؐ کو دیا وہ اُس وقت کے مصالح سے علاقہ رکھتا تھا۔ اور اُسکے بعد جو ہدایت فرمائی

وہ اُس موقع کے موافق تھی۔ مگر اُسکے علم میں یہ بات داخل تھی کہ ہم فلاں وقت اسکے مغائر حکم دینگے۔ صد ہا آیاتِ قرآن ایسی ہیں جو کہ منسوخ ہو کر خارج از قرآن کی گئیں۔ عبد اللہ ابن عمر کا قول تھا کہ مسلمان یہ گمان نہ کریں کہ تمام قرآن ہمارے پاس ہے بلکہ قرآن کا بہت ساحصہ جاتا رہا ہے۔ قولِ مذکور کی بابت مولوی خلیل احمد صاحب ہدایات الرشید میں لکھتے ہیں کہ ابن عمر کا ارشاد اس بنا پر نہیں ہے کہ قرآن موجود میں اُس حصۂ کثیر کے نکلنے سے کوئی نقص وارد ہوا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ منسوخ شدہ ضائع کیا گیا۔ سوائے ازیں اسوقت بھی آیاتِ منسوخہ داخلِ قرآنِ مجید ہیں۔ حضرات اہلسنّت براہِ مہربانی فرمائیں کہ جو احکام ایک مرتبہ عزِ صدور پاکر پھر ردّی کردیے گئے یہ بات جہل و بیداغی و غیر انجام بینی سے تھی۔ یا کہ سوچ سمجھکر کی گئی تھی؟ ہم اسکو بدا کہتے ہیں نہ معلوم حضراتِ سُنّیہ کیا فرمائینگے۔ رسُولِ خدا کو بھی بدا ہوا گو کہ وہ انسان تھے مگر نہ ایسے کہ اُنکو مثلِ سائر الناس قیاس کیا جائے۔ وہ اشرفِ نوعِ بنی آدم تھے۔ جناب حاجی مولوی حکیم محمد رحیم اللہ صاحب بجنوری نے ایک کتاب بہ قوتِ الہام جسکے وہ خود مدعی ہیں مسمّٰے بہ ابطالِ اصولِ شیعہ لکھی ہے۔ جسکا منجانبِ شیعہ دو جلدوں میں بہ تسمیۂ احقاق الحق جواب ہوا ہے۔ اُس کے صفحہ ۱۸۵ پر وہ لکھتے ہیں کہ (رسول صلّے اللہ علیہ وسلّم کا مذہبی معاملات میں برتاوٴ ابتداء بعثت سے آخر تک ایک طرح نہیں رہا۔ بلکہ بمقتضائے زمانہ تغیّر واقع ہوا۔ ایک شے کا ابتدا میں حکم ہوا پھر کسی مصلحت سے باریتعالےٰ نے اُسکو منسوخ کردیا) جو احکام وقتاً فوقتاً بند و اجرا ہو کر زیرِ عمل ہوتے رہے اُنکی نسبت حسبِ صراحتِ مضامینِ مندرجہ بالا ہمارا اعتقاد مصلحتِ جنابِ باری ہے وہی عالمِ اہلسنّت کو تسلیم ہے۔ پھر ہمپر اعتراض کیا ہے؟ حضرتِ ابو بکر کے باب میں حضور کو بدا ہوا۔ بہ اتفاق سُنّی و شیعہ تبلیغ آیاتِ برائت میں اوّل اُنکی ماموری ہوئی۔ ایک دو منزل نہ گئے تھے کہ حضرتِ علی علیہ السّلام اُنکی معزولی اور اپنی منصوبی کا حکم لیکر پہنچے۔ راہ ہی سے خلیفۂ اوّل کو واپس کیا!

جسپر اُنہوں نے رو رو کر شکایت کی کہ حضور نے عام نگاہوں میں کس جرم پر مجھ کو
خفیف کیا؟ شیخین کو تین روز متواتر میدانِ خیبر میں علمدارِ لشکر کرکے دوڑایا۔ بالآخر
چوتھے دن کہدیا کہ میں فردا اُسکو اپنا علم دونگا جو اسکا فاتح اور خدا اور رسُول کا دوست
ہے۔ حضرت ابوبکر و عمر کو اُسامہ غلام زادہ کی ماتحتی میں جنگِ روم پر نامزد فرمایا۔ اور زیجدے
تاکید کی کہ متخلفین پر بھند نے وار تار یانہٗ لعن لگایا۔ دس پانچ گھنٹہ بعد حکمِ سابق
بدلکر بقولِ اہلسنت صدیق اکبر کو امامِ جماعت بنادیا۔ کیوں اے سُنّی بھائیو! اپنے
نبی کی ان حرکات کو کیا کہیے گا؟ ہم تو بدا کہتے ہیں۔ آپ جو مناسب سمجھیں ارشاد
فرمائیں۔ شیخین کو بھی بدا ہوا۔ حضرتِ عمر نے غدیر میں حضرت امیرؑ کو بخٍ بخٍ کہکر اپنا
مولےٰ تسلیم فرمایا۔ دو اڑھائی مہینہ بعد حضرتِ ابوبکر کو سقیفہ میں مولےٰ بنالیا۔
حضرتِ ابوبکر نے واگزاری فدک کا جنابِ سیّدہؑ کو وثیقہ لکھدیا۔ پھر عمر صاحب کے
کہنے سننے سے ضبطی کو بحال رکھا۔ جنابِ ثالث نے مجلسِ شوریٰ میں عبدالرحمن کے
روبرو سیرتِ شیخین پر گام فرسا ہونیکا وعدہ کیا۔ مگر تختِ حکومت پر قدم رکھتے ہی پہلے
مطرودِ رسُولؐ و شیخین (مروان) کو قلمدانِ وزارت حوالہ کیا۔ حضرتِ عائشہ کو بدا ہوا۔
اوّل بظاہر بجوشِ محبتِ عثمان جنکے قتل پر اقتلوا نعثلاً کے لفظوں سے حسب اندراجِ
کتبِ سُنیہ فتوے دیا کرتی تھیں حضرت امیرؑ سے لڑنے گئیں۔ انجامِ کار توبہ کرکے گھر میں
بیٹھ رہیں۔ حضرت طلحہؓ و زبیر کو بدا ہوا۔ پہلے حضرت امیرؑ کی بیعت کی چند روز بعد
اُسکو توڑ کر ناکثین میں داخل ہوگئے۔ اُمید ہے کہ جو ذی لیاقت سُنّی وجوہاتِ بالا
پر نظر ڈالیگا وہ کبھی نہ کہیگا کہ شیعہ خدا کو ایسے بدا کا عامل بتاتے ہیں جس سے اُسکی
ذات پر لزومِ جہل ہو۔

بعد بیان کرنے حقیقتِ بدا کے اب میں وہ حدیث پیش کرتا ہوں جس سے اہلسنت
استدلال بہ جہلِ خدا حسبِ عقیدۂ شیعہ کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے معنی اور مطالب
تراش کر درپے توہین و تذلیلِ امامیہ ہوتے ہیں۔ مطرقہ کے صفحہ (۱۱) پر اصولِ کافی
کے صفحہ (۶۲) سے حدیثِ ذیل نقل کی گئی ہے علی بن محمد عن اسحٰق بن محمد عن

ابی هاشم الجعفری قال کنت عند ابی الحسن بعد ما مضی ابنه ابوجعفر و انی لافکر فی نفسی ارید ان اقول کانهما اعنی اباجعفر و ابا محمّد فی هذا الوقت کابی الحسن موسیٰ و اسمٰعیل ابنی جعفر بن محمّد و ان قصتهما کقصتهما اذ کان ابو محمّد المرجا بعد ابی جعفر فاقبل علی ابو الحسن قبل ان انطق فقال نعم یا ابا هاشم بدا اللہ فی ابی محمّد بعد ابی جعفر مالم یکن یعرف کما بدا اللہ فی موسیٰ بعد مضی اسمٰعیل ما کشف به عن حاله و هو کما حدثتك نفسك و ان کره المبطلون۔

ترجمہ جو کہ صاحبِ مطرقہ نے کیا ہے۔

(علی بن محمد اسحٰق بن موسےٰ سے راوی ہے اور وہ ابو ہاشم جعفری سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ہاشم نے کہا کہ میں امام ابو الحسن کے پاس اُن کے فرزند ابو جعفر کی وفات کے بعد تھا اور میں سوچتا تھا کہ یہ عرض کروں کہ اسوقت یہ دونو ابو جعفر اور ابو محمد مثل فرزندان امام جعفر موسےٰ اور اسمٰعیل کے ہیں اور دونو کا قصہ یکساں ہے کیونکہ ابو محمد بھی بعد ابو جعفر امام ہوئے۔ اس سے پیشتر کہ میں کچھ کہوں امام ابو الحسن میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا ہاں اے ابو ہاشم تیرا خیال صحیح ہے۔ اللہ کو ابو جعفر کے بعد ابو محمد کے بارے میں بدا واقع ہوا۔ اور وہ امر ظاہر ہوا جو پیشتر اُسپر ظاہر نہوا تھا۔ جسطرح اسمٰعیلؑ کے بعد موسےٰؑ کے بارے میں بدا ہوا تھا اور یہ امر یوں ہی ہے جسطرح تیرے دل میں گزرا۔ اگرچہ اہلِ باطل بُرا مانیں)

جو معنی کہ صاحبِ مطرقہ نے لکھے ہیں یہ حسبِ خیالِ عوام النّاس یعنی اہلسنت ہیں۔ اہلِ علم کبھی ایسا نہیں کہہ سکتے۔ سُنّی لوگ حدیث کے یہی معنی کہتے ہیں کہ ظاہر ہوا اللہ پر درباب ابو محمد بعد وفاتِ ابو جعفر وہ امر جسکی معرفت اُسکو نہ تھی۔ حالانکہ یہ باطل ہے۔ اور ہرگز اہلِ حق کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اِسکے خلاف پر اوّل چند ارشاداتِ ائمہؑ و اقوالِ علما نقل کر چکا ہوں۔ صاحبانِ فہم خیال فرمائیں کہ لفظِ بدا گو فعل لازم ہے لیکن لِلّٰہ میں جو لام شامل ہے اُسنے لازم سے متعدی کر دیا ہے۔

جسکے معنی یہ ہوئے کہ ظاہر کیا اللہ نے۔ اور اگر لفظ بدا کو لازم ہی سمجھ کر متعدی کی طرف عدول نہ کریں تو لِلّٰہ کا لام بہ معنی اختصاص و بمعنی علیہ و بمعنی مِن مستعمل ہوگا جیسا کہ مُغنی میں تصریح کی گئی ہے۔ اب بدا للہ کے معنی بَدَءَ الْاَمْرُ لِلّٰہِ یا بَدَءَ الْاَجَلُ لِلّٰہِ یا بَدَءَ مِنَ اللہِ کے ہونگے۔ ان جملہ معانی میں کوئی قدح مذہب شیعہ پر وارد نہیں ہوسکتی۔ اب رہے حدیث کے یہ دو لفظ مالم یکن یعرف لہ و ما کشف بہ۔ اِنکی توضیح کیجاتی ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ شیعہ و سُنّی ہر دو کی کتب احادیث میں عموماً اعراب یعنی زیر زبر وغیرہ نہیں ہوتے۔ دشمن کا قاعدہ ہے کہ جہانتک ممکن ہوسکتا ہے اپنے مخالف کو زک دینے کے لیے پہلو ڈھونڈا کرتا ہے۔ اصل میں لفظ مندرجہ حدیث یُعَرِّفُ لہٗ تھا جسکے معنی یہ ہیں (ظاہر کیا اللہ نے) اہلسنت نے مشدد سے مخفف کر کے یُعْرَفُ لہٗ تجویز کرلیا۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ظاہر ہوا اللہ پر۔ مطلب یہ کہ معاذ اللہ پہلے اُس پر مخفی تھا۔ اہلسنت کب مختار و مجاز ہیں کہ ہماری احادیثِ مقدسہ کے اعراب بدلکر مشددہ سے مخففہ کردیں۔ ہمارے حکمائے روحانی یعنی ائمۂ کرام اور اُنکے تابع علمائے عظام حسبِ صراحتِ صدر انکار فرما رہے ہیں کہ بدا کو اُسکے لغوی معنی پر ذاتِ خداوندی سے چسپاں کرنیوالا کافرِ محض ہے۔ اور اہلسنت زبردستی شیعہ کو ملزم بنانیکی کوشش کرتے ہیں کہ نہیں وہ جہلِ خدا کے قائل ہیں اوراقِ بالا میں جو شیعہ کا عقیدہ تھا وہ کتبِ معتبرہ سے ثابت کیا گیا۔ کسی مخالف کو گنجائشِ چون وچرا نہیں۔ ہم بفضلہ اپنے مخالف اہلسنت کے ملزم بنانے سے معرضِ دار وگیر میں نہیں آسکتے۔ اگر یُعْرَفُ کو مخففہ بھی پڑھیں تب بھی محلِ ایراد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اُسکے معنی متعدی کے ہیں۔ بنابریں یعرف اللہ لہ اور ماکشف اللہ بہ کا فاعلِ فعل خدا ہوا۔ جسکے معنی یہ ہوئے۔ ظاہر کیا اللہ نے جو کہ نہ تھا۔ یا اعلام کیا مخلوقات پر جسکو آگاہی نہ تھی۔ اب بفضلہ حدیث کے معنی صاف ہوگئے۔ اُلجھن نہ رہی۔ ہر چند کہ بصراحت و وضاحت حقیقتِ بدا عرض کی گئی۔ مگر دل نہیں مانتا۔ کچھ زیادہ توضیح کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

لہذا گزارش کی جاتی ہے کہ اہلسنت بدا کے لغوی معنی جس سے جہل خدا لازم آتا ہے شیعہ سے چسپاں کرتے ہیں۔ اور ہم بہ ہزار زبان اُس سے تبرا کر کے یہ کہتے ہیں کہ مجازی معنی کا تعلق ذاتِ خداوندی سے ہے۔ جسکی تصریح اوپر ہو چکی۔ اُس میں کوئی الزام ہمپر وارد نہیں ہو سکتا۔ نہ ہمارے عقیدہ میں کوئی فساد لازم آتا ہے۔ اہلسنت جو در بابِ بدا ہم سے دار و گیر کرتے ہیں وہ تین شق سے باہر نہیں۔

شقِ اوّل

یہ کہ بدآ عند الشیعہ اُن معنی میں مستعمل ہے جو کہ جوہری نے حسب صراحت ورقِ اوّل لغوی بیان کیے ہیں "اُس رائے کا ظاہر و پیدا ہونا کہ جو پہلے نہ تھی"۔

شقِ دوم

یہ کہ بدا شرع میں فعلِ خدا یا علمِ خدا پر کہیں وارد نہیں ہوا۔

شقِ سوم

خدا کی ذات سے مجازاً بھی بدآ عقلاً غیر صحیح ہو لہذا شقوقِ ثلثہ کو باطل کیا جاتا ہے۔

جوابِ شقِ اوّل

فرقۂ شیعہ اعتقاداً لغوی معنی پر بدا کو شانِ خداوندی سے بعید سمجھکر اُسکے معتقد کو کافر کہتا ہے۔ کیونکہ اِس اعتقادِ واہی کی بنا پر جہلِ خدا لازم آتا ہے۔ جو کہ عند الشیعہ کفرِ محض ہے۔ اخبارِ ائمہ و اقوالِ علمائے شیعہ میں کہیں اِسکا ذکر نہیں ہے۔ ہر مذہب میں وہ بات اعتقادی سمجھی جاتی ہے جسکا وجود کسی مذہبی کتاب میں ہو۔ ہرگاہ کتبِ شیعہ میں اُسکا نشان نہیں اور نہ ہونا چاہیے تھا تو خود بخود شقِ اوّل کا معترض ہونا عقلاً و اہلِ انصاف کے نزدیک بالکل غیر و قبیح اور ناقابلِ التفات ہے۔ اور اوراقِ بالا میں اِسکی نسبت پوری گفتگو کر چکا ہوں۔ حاجتِ اعادہ نہیں۔ اگر اہلسنت سچے ہیں تو کسی کتابِ شیعہ سے اپنے دعوے کو ثابت فرمائیں۔

ورنہ اپنے آپکو محض غلط گو اور افترا پرداز سمجھیں۔

جوابِ شقِ دوم

بدا شرع میں فعلِ خدا یا علمِ خدا پر کہیں وارد نہیں ہوا۔

اِسکا جواب شقِ اوّل میں دیا گیا۔

جوابِ شقِ سوم

خدا کی ذات سے مجازاً بھی بدا ر عقلاً غیر صحیح ہے۔

ابنِ اثیر نے جو کہ سُنّی المذہب ہے نہایہ میں حدیثِ نبوی میں اقرع و ابرص و اعمیٰ کے متعلق لکھا ہے کہ بدا اللہِ عزّ و جلّ ان یّبتلیھم اي قضیٰ بذٰلك یعنی اس جگہ بدا کے یہی معنی ہیں کہ قضیٰ بذٰلك۔ چونکہ قضاء سابق ہے لہٰذا حقیقی معنی اس جگہ مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ لغوی بدا کا یہ مطلب ہے کہ کسی چیز کا علم بعدِ جہل حاصل ہو۔ اور حضرتِ عزّت کی شان سے یہ امر ناممکن بلکہ محال ہے۔ للہ الحمد کہ عالمِ اہلسنّت کے بیان سے بھی ثابت ہوگیا کہ مجازی طور پر بدا ذاتِ خداوندی سے علاقہ رکھتا ہے۔ جسکی شہادت کے لیے حدیث موصوفہ بالا کافی ہے۔ اور اگر حضراتِ اہلسنّت کو اسی پر اصرار رہیگا کہ بمعنی مجازی بھی بدا کا اطلاق خدا پر نہیں ہو سکتا تو انکو نہایت مشکل پڑیگی۔ کیونکہ قرآنِ پاک میں اکثر ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ اگر لغوی سے عدول کر کے مجاز کی طرف نہ جائیں تو بالکل اسلام سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ مثالاً چند جملۂ قرآنی پیش کیے جاتے ہیں جن سے باطل و کفر خیز معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل اَللّٰہُ یَستَھزِئُ بِھِم۔ دوم وَمَکَرَ اللّٰہُ۔ سوم وَلَیَبلُوَنَّکُم۔ چہارم وَلِنَعلَمَ۔ پنجم یَدُ اللّٰہِ۔ ششم جَنبُ اللّٰہِ۔ ہفتم وَجہُ اللّٰہِ وغیرہ وغیرہ۔ الفاظِ صدر کے لغوی معنی کوئی مسلمان بجزِ خداوندی استعمال نہیں کرتا۔ سب مجازی لیتے ہیں۔ پس اگر بایں توہم کہ بدا ر لغوی معنی سے کفر پیدا کرتا ہے اور مجازی کا استعمال ممتنع ہے تو الفاظِ صدر بدرجۂ اولےٰ غیر صحیح قرار پائینگے۔ اور پھر آریہ و دہریہ و نصارےٰ کا یہ اعتراض کہ مسلمانوں کا خدا ٹھٹے باز اور مکار اور جاہل اور ہاتھ منہہ والا ہے حسبِ مذہبِ اہلسنّت صحیح ماننا پڑیگا جیسا کہ

کل گروہِ اسلام کے مقابلہ میں آریہ ہیں ایساہی بدا کے لغوی معنی بیان کرنے سے ہمارے سامنے حضراتِ اہلسنت ہیں۔ صاحبِ مطرقہ نے جو حدیث کے وحشت خیز معنی بربنائے لغت بیان فرمائے تھے اُسکو حضراتِ ناظرین ملاحظہ فرما چکے۔ اب وہ اصلی و صحیح معنی بیان کیے جاتے ہیں جو اہلِ حق کے نزدیک عقیدۃً و عملاً ہیں۔

حدیث کے اصلی معنی۔

ظاہر ہوا اللہ کی طرف سے ابو محمدؑ کے بارے میں بعدِ ابو جعفر وہ امر جسکا علم ہمکو نہ تھا یا آنکہ ہم میں سے کوئی اُسکا عارف نہ تھا۔ جیسا کہ اللہ کی طرف سے موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں بعد اسمٰعیل کے وہ امر ظاہر ہوا جس سے پہلے ہم آگاہ نہ تھے۔ اِس بنا پر بَدَا لِلّٰهِ اَوْ بَدَا لَهٗ دونو جگہ لام بمعنی من ہے جیسا کہ بحوالۂ کتابِ معنی اوپر بیان کیا گیا ہے۔ سوائے ازیں اگر کلام کو طول دیا جائے تو اور بہت علمی شواہد اپنے عقیدے کے موافق پیش کیے جا سکتے ہیں۔ حضراتِ اہلسنت کو لازم ہے کہ ایسے فضول و بے سروپا اعتراضات سے دست کش ہو کر صرف اُس نزاع میں بحث کیا کریں جو کہ سنی و شیعہ میں تصفیہ طلب ہے۔ اور وہ امرِ خلافت ہے۔ چنانچہ صاحبِ مطرقہ خاتم المتکلمینِ اہلسنت نے بھی تنازعِ سُنی و شیعہ کا اصلِ اصول خلافت ہی کو قرار دیا ہے۔ اور دیگر لاطائل باتوں میں بحث کرنیکو منع فرمایا ہے۔ مطرقہ میں بصراحت اپنے سُنی بھائیوں کو ہدایت کی ہے کہ اور کسی بحث کے جھمیلے میں نہ پڑنا چاہیے۔ جس سُنی سے ہو سکے امامت کی بیخ کنی میں قوتِ دماغی کو صرف کرے۔ گو کہ شاہ عبد العزیز صاحب وغیرہ علمائے سُنیہ نے بدا پر اعتراض کیا ہے۔ لیکن مولوی خلیل احمد صاحب مؤلفِ مطرقہ کو کسی طرح جائز نہ تھا کہ وہ ایسے رکیک استدلال میں شاہ صاحب کا اتباع کر کے شیعہ پر حملہ کریں۔ کیونکہ ریاست بہاولپور میں موصوف القدر ملازم تھے۔ اُس جگہ ایک معرکۂ عظیم مابین علمائے اہلسنت "امکانِ کذب بذاتِ باریتعالےٰ پر" واقع ہو چکا ہے۔ جس کی بحث میں رسائل موجود ہیں۔ ایک گروہ اہلسنت کا جس میں

غالباً مولوی صاحب شریک ہیں اِس بات کا معتقد ہے کہ "ممکن ہے خُدا
جھوٹھ بولے"۔ افسوس ہے کہ جو مسلمان خدائے صادق الوعد کو جھوٹا سمجھتے
ہیں وہ غلط طور پر شیعہ کو جہلِ خدا کا معتقد بتلانے سے شرم نہیں کرتے۔
سُنّی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر خدا کے جھوٹے ہونیکا انکار کیا جائے تو
اُسکا عجز لازم آکر آیہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی تکذیب کرنی پڑتی ہی
ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ مگر لغو و منہیات کا
مرتکب نہیں ہوسکتا۔ خدا سے امید ہے کہ جو لوگ رسالۂ ہذا کو بغور ملاحظہ
فرمائینگے وہ حقیقت بدآ سے واقف ہوجائینگے۔

تمت بالخیر۔